تارِ عنکبوت اور ہمارا معاشرہ

Spider's web and our Society

ڈاکٹر جمیل الرحمٰن*

Abstract

Corruption has plagued our society from the very beginning. It has been rampant among the ruling plutocracy and powerful bureaucracy unrepentantly. Nationalization and privatization policies of successive democratic governments as well as the intermittent military dictatorships have benefited only a few rich business magnates over the years thereby weakening the very fabric of society. The impact of this large scale corruption among the ruling elite and the resultant disturbance in the society is too obvious not to be noticed. The resultant lack of facilities and amenities for the general masses such as electricity and other means of sustenance have made the lives of people miserable. It has in turn endangered the very safety of our country and its people by causing security problems inside home as well as from the outside.

The menace of corruption has got roots and spread into all walks of life in our society. Today our whole society is suffering from this. Individuals have been badly affected by the corrupt practices in society.

Almighty Allah has related the story of a Spider and its Cobweb in the holy Qur'ān in order to direct our attention to the life of an individual in a Muslim society. In this article, I have examined the prevalent condition of our society and the problems people are facing in our beloved country and their solutions in the light and guidance of the holy Qur'ān.

Keywords: Our plagued Society, The Holy Qur'ān, Spider's web

جب انسان آرام و سکون سے بیٹھ کر اپنے اللہ تعالیٰ کے اس وسیع کائنات میں غور وخوض کرتا ہے تو اُسے ایسی اشیاء نظر آتی ہیں جو بظاہر تو بڑی معمولی ہوتی ہیں لیکن اندر سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بڑے بڑے سرچشمے اور مظاہر ہوتے ہیں۔ پھر اُس کا یقین ربّ کائنات کی قدرتوں پر مزید پختہ ہو جاتا ہے اور وہ اس وسیع و عریض سمندر میں غوطہ خوری کرنے لگتا ہے جہاں اُس کی آنکھوں کو اَن گنت ہیرے اور جواہرات کی چمک خیرہ کر دیتی ہیں۔

ایسا ہی ایک عالم قرآن کریم کی آیت ''...وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ''[1] ''ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا لیے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ علم رکھتے''میں بھی پوشیدہ ہے۔ یہ ایک علمی معجزہ ہے جسے قرآن کریم نے ہمارے لئے محفوظ کیا ہے۔ جس سے ساری دنیا تا ابد الآباد ہدایت کا فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

قرآن کریم کا اعجازِ علمی کسی آنکھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں قرآن کریم کے علمی اعجاز کی ایک مثال کی مدد سے یہ کوشش کی جائے گی کہ قرآن کریم ایک معجزہ ہے، اسے جتنا پڑھو یہ پرانا نہیں ہو گا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہونگے۔ زمانے کی ترقی کے

*ڈائریکٹر السلام فاؤنڈیشن (علم و تحقیق کا عالمی ادارہ) ریاض، سعودی عرب۔

ساتھ ساتھ اس کلامِ الہیٰ کے راز مزید کھلتے جائیں گے اور نئی نئی باتیں سامنے آتی رہیں گی۔ اور یہ کہ یہ کتاب سرچشمۂ ہدایت ورشد ہے اور ہمارے تمام مسائل کا حل اگر ممکن ہے تو صرف اسی کتاب میں پوشیدہ ہے۔

قرآن کریم ایک دائمی معجزہ ہے:

قرآنِ کریم معجزہ ہے جو آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر جستہ جستہ 23 سالوں میں نازل ہوا۔ معجزہ کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ انسانی بس اور قدرت سے باہر ہو؛ لہٰذا قرآن کی مثیل ونظیر بھی انسانی قدرت وطاقت سے ما وراء ہے۔ نیز یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک کی خلقت کو اپنے لانے والے کی صداقت کا یقین کراتا رہے گا اور نتیجتاً لوگ حلقۂ اسلام سے روز افزوں وابستہ ہوتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ما مِنَ الأنبياءِ نبيٌّ إلا أُعطِيَ ما مِثلُه آمَن عليه البشرُ ، وإنما كان الذي أوتيتُه وَحيًا أوحاه اللهُ إليَّ ، فأرجو أن أكونَ أكثرَهم تابعًا يومَ القيامةِ''[2]

''ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا گیا جس کا مشاہدہ کرکے انسانیت ایمان لاتی رہی، مجھے اللہ پاک نے ایسا معجزہ وحی کی شکل میں دیا ہے (اس میں غور وفکر کرکے قیامت تک لوگ ایمان لاتے رہیں گے) مجھے امید ہے کہ روزِ قیامت میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے''

لیکن دین کے باغی اور فطرتِ انسانی سے منہ موڑنے والوں نے تکذیب کو اپنا وطیرہ بنایا اور اس معجزۂ قرآن سے متعلق مختلف قیاس آرائیاں کرنے لگے، تو قرآن نے مرحلہ وار تین دفعہ ان کو چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ اگر اس کلام الٰہی کی حقانیت میں تمہیں شک ہے تو اس جیسا قرآن نہیں تو دس سورتیں، یا پھر ایک چھوٹی یا بڑی سورت ہی بنالاؤ، تو ہم تمہارا دعویٰ تسلیم کرلیں گے، لیکن بلند وبانگ دعوے کرنے والے ششدر رہ گئے، انھوں نے لاکھ جتن کیئے، یہاں تک کہ مرنے مارنے پہ تل گئے، لڑائی جھگڑے پر اُتر آئے مگر یہ گوارانہ کیا کہ اِس کلامِ معجز کو تسلیم کریں اور یہ بھی نہ کرسکے کہ صرف ایک آیت ہی بناڈالتے، تاکہ روز روز کا جھگڑا منٹوں اور سکنڈوں میں ختم ہو۔ قرآن اپنے نزول سے لے کر تاحال للکارتا رہاہے اور قیامِ قیامت تک چیلنج کرتا رہے گا لیکن کوئی اس کا معارضہ ومقابلہ کرنے والا پیدا ہوگا، نہ ہوسکا اور نہ ہوسکے گا جو اپنے مقابلے سے اِس کی اعتباریت میں فرق پیدا کرسکے۔ قرآن کریم نے فرمایا:

''وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاءكُم مِّن دُونِ اللّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ''[3]

''اور اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے برگزیدہ بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ، اور اس کام کے لئے بیشک اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو اگر تم اپنے شک اور انکار میں سچے ہو''

قرآن کا معجزہ ہونے میں کسی طرح شک وشبہ نہیں ہے جس کے اعجازی وجوہ لگ بھگ چوبیس ہیں جن میں سے بعض وجوہِ صحیحہ اور بعض وجوہ معلومہ ہیں[4]۔ اکثر اہل علم حضرات نے قرآن پاک کے حسن بیان کے اعجاز کو لیکر فرمایاہے کہ قرآن کریم میں بلاغی پہلو کا اعجاز بہت نمایاں ہے[5]۔

قرآن کریم کا پہلوئے بلاغت منطقی لحاظ سے قرین قیاس اس لئے بھی ہے کہ یہ جن عربوں میں نازل ہوا وہ ہر علم وفن سے بے بہرہ تھے لیکن فصاحت وبلاغت میں اوجِ کمال پر پہنچے ہوئے تھے؛ شعر وشاعری، زبان و ادب، اور تعبیر وبیان ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ وہ میدانِ فصاحت میں اپنے گھوڑے بگٹٹ دوڑاتے تھے۔ جس کے سبب وہ یہ بھی عذر نہ کرسکے کہ جی ہم تو اس فن کو جانتے ہی نہیں ہیں کہ فنِ بلاغت وفصاحت کے اُستادوں کو چیلنج کریں؛ استاذ احمد حسن الزیات[6] لکھتے ہیں:

''في رأي بعض الناس أن للقرآن فصاحة رائعة والمذهب الواضح والأسلوب الموثق، ونحن إلى هذا الرأي أميل؛ فإن القوم الذين تحدوا به لم يكونوا فلاسفة ولا فقهاء حتى يكون عجزهم عن الإتيان بمثله معجزة، إنما كانوا

بلغاء مصادع وخطباء مصاقع وشعراء فحولاً، وفي القرآن من دقة التشبيه والتمثيل وبلاغة الإجمال والتفصيل، وروحة الأسلوب وقوة الحجاج ما يعجز طوق البشر ويرمي المعار ضين بالسّكات والحَصَر''[7]

''بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس قرآن میں شاندار فصاحت، واضح فکر و نظریہ اور مستحکم اسلوب پائے جاتے ہیں؛ میری یہی رائے ہے کیوں کہ جس قوم کو للکارا گیا وہ نہ تو منطقیانہ موشگافیوں سے واقف تھے نہ ہی فہم وفراست کے حامل کہ ان کا اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہنا معجزہ ہوتا، ہاں وہ میدانِ بلاغت کے ہیرو، منہ زور مقرر اور قادرالکلام شاعر تھے، نیز قرآن میں دقیق تشبیہ وتمثیل، ایجاز واطناب، حسین اسلوب اور قوّتِ استدلال نے انسانی قوت کو عاجز کر دیا اور مخالفین پر سکتہ وسناٹا طاری کر دیا''

چنانچہ قرآن ہمیں اُس وقت بھی اور آئندہ بھی متاثر کرتا رہے گا جو کہ ایک مسلسل حقیقت ہے اور رہے گی۔ قرآن اپنی ان نفحات سے ہمارے جذبوں کے انگاروں کے سوزِ نہاں کو تازہ کرتا رہے گا اور ہمیں اپنی ہمہ جہت معانی کے ذریعے جادۂ یقین پر گامزن کرتا رہے گا۔ آج بھی قرآن کریم میں وہی الفاظ اور وہی آیات نوشتہ ہیں جو چودہ سو سال پہلے اس میں مندرج تھے۔ مگر قرآن کا اعجاز دیکھیں کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہم ان الفاظ کے معانی میں نیرنگی اور بوقلمونی پاتے ہیں۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا ہے، جیسے جیسے سائنس نت نئے ایجادات سے عقل وخرد کو ورطۂ حیرت میں ڈالتی ہے توں توں قرآن کریم کے معانیوں میں رنگینی اور رنگارنگی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے معانی جن کا اِدراک شاید ہی سلف کو ہوا ہو خلف نے جدید سائنسی ایجادات میں محسوس کیا، جو کہ قرآن کریم کی عظمت وجلال اور اعجاز پر دلالت کرتا ہے، تاکہ امّتِ اسلامیہ باقی رہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ذریعے اس اُمّت کو جادۂ حق پر گامزن کرتا رہے، اور تاکہ اس کے مقابلے میں آنے والے تمام ایسے کالے بادل تِتّھر کر پاش پاش ہو جاتے رہے جو مسلمان نوجوانوں پر کفر والحاد کے سفیر مسلط کرنے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں۔

مکڑی کا جالہ اور قرآن کریم:

قرآن کریم کے ایک لفظ کے معانیوں میں کئی طرح کے رخ چھپے ہوتے ہیں، جن کو سلف صالحین اپنے زمانے میں اس نہج پر نہیں دیکھ پاتے تھے جو آج سائنسی انقلاب کے زمانے میں قرآنی الفاظ پر منطبق ہوتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں زیر نظر آیت ''مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ''[8] کے اندر کلمہ ''وَهَنَ'' کو لے لیجئے۔ علماءِ تفسیر اُس زمانے میں اس کے معنی جو لیتے تھے آج جدید تحقیق کے مطابق اُس میں جدّتِ تطبیق کا اضافہ ہو گیا ہے۔ تاہم جدید اور قدیم تفسیری صراحتوں میں کوئی تصادم واختلاف نہیں ہے بس صرف تطبیق جدید کے نئے رنگ بکھرنے لگے ہیں جو قرآن کریم کے ہمہ جہت معنویت پر دلالت کرتے ہیں۔

''وَهَنَ'' کی لغوی تفسیر:

عرب کی لغت کے مطابق کسی چیز کی تخلیقی ہیئت، قوت، منظر یا پختگی میں پائی جانے والی کمزوری کو «وَهَنَ» کہتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم کی زبانی حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا:

''قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيّاً''[9]

''عرض کیا: اے میرے رب! میرے جسم کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کے باعث سر آگ کے شعلہ کی مانند سفید ہو گیا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا''

یعنی کسی چیز میں پائی جانے والی تخلیقی کمزوری کو ''وَهَنَ'' کہتے ہیں[10]۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ الفراہیدیؒ[11] فرماتے ہیں کہ:

''الوَهْنُ: الضَّعْفُ في العمل وفي الأشياء، وكذلك في العَظْم ونحوه وقد وَهَنَ العَظْمُ يَهِنُ وَهْناً وأَوْهَنَه يُوهِنُه ورجلٌ واهنٌ في الأمر والعمل، ومَوْهونٌ في العَظْم والبَدَن''[12]

کہ (کارکردگی اور اشیاء کی ہیئت میں کمزوری کو «وَهَن» کہتے ہیں۔ اسی طرح ہڈی وغیرہ میں کمزوری اسی کو کہتے ہیں یعنی کسی کام اور کارکردگی اور عمل میں کمزور آدمی جس کی ہڈی اور بدن میں کمزوری آگئی ہو''۔

آیت کی تفسیر:

آیت ''مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ''[13] کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے، کہ انہوں نے سوائے اللہ کے ایسے مشرک بنا رکھے ہیں جن کے پاس وہ ٹھکانہ پکڑتے ہیں جیسے مکڑی نے ایک کمزور جالا بنا کر اسے گھر کے طور پر بسانے کی کوشش کی، جس کی شکل وہیئت اور مادیت نہایت عجیب وغریب ہے۔

کسی مثال کے بیان کرنے میں مقصود کی تقریر مخفی نہیں رہتی کیونکہ مثال، بیان کی وضاحت میں کھلی مدد دیتی ہے چنانچہ مثال کی غرض وغایت تشبیه الخفي بالجلي اور الشاهد بالغائب[14] ہی ہوتی ہے، جس سے مخالف کو چپ کرانا اور لاجواب کرانا مقصود ہوتا ہے۔ ایسی مثالیں قرآن میں جابجا پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ''[15]

''اور در حقیقت ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کر سکیں''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ''[16]

''اور یہ مثالیں ہیں ہم انہی لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں اہل علم کے سوا کوئی نہیں سمجھتا''۔

چنانچہ مثالیں معانی کی تصویر ہوتی ہیں جیسے جیتے جاگتے انسان آپ کے سامنے لا کھڑے کیئے جائیں۔ مثالیں ذہن میں پوری طرح بیٹھ جاتی ہیں اور انسان ان کی مدد سے کسی بات کو حواس کے ذریعے محسوس کرنے لگتا ہے۔ علامہ زمخشریؒ[(17)] فرماتے ہیں:

''التمثيل إنما يصار إليه لكشف المعاني وإدناء المتوهم من المشاهد فإن كان المتمثل له عظيما كان المتمثل به مثله وإن كان حقيرا كان المتمثل به كذلك فليس العظم والحقارة في المضروب به المثل إلا بأمر استدعته حال الممثل له؛ ألا ترى أن الحق لما كان واضحا جليا تمثل له بالضياء والنور وأن الباطل لما كان بضده تمثل له بالظلمة، وكذلك جعل بيت العنكبوت مثلا في الوهن والضعف''[18]

''تمثیل معانی کے اُجاگر کرنے اور متوہم کو مشاہد کے قریب لانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے، متمثل لہ کی عظمت کے مطابق ہی متمثل بہ کی عظمت ہوگی، اسی طرح کسی چیز کی حقارت کے مطابق تمثیل کی حالت حقارت پر مبنی گردانی جائے گی؛ چنانچہ مضروب میں بذاتِ خود کوئی عظمت وحقارت نہیں پائی جاتی اِلاّ یہ کہ ممثل کی حالت اس کی استدعا کرے؛ آپ غور کریں کہ جب حق واضح اور جلی شکل میں ہے تو اس کی مثال نور اور ضیاء سے دی گئی اور باطل چونکہ اس کے برعکس ہے تو اس کی مثال ظلمت اور تاریکی سے دی گئی۔ اسی طرح مکڑی کے گھر کی مثال ضعف اور کمزوری کی بناء پر دی گئی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا اس طرح منع فرمانا اطلاقاً قبیح ترین نہی کے زمرے میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَومِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ''[19]

''اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا (ایسے بتوں) کی عبادت کرتا ہے جو قیامت کے دن تک اسے سوال کا جواب نہ دے سکیں اور وہ (بت) ان کی دعا و عبادت سے ہی بے خبر ہیں''

یعنی ان سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ''[20]

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے سو اُس کا حساب اس کے رب ہی کے پاس ہے۔ بیشک کافر لوگ فلاح نہیں پائیں گے''۔

یا جیسے قرآن کریم نے صراحت کی ہے کہ:

''إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ''[21]

''بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے''

مشرکین کے لئے اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالے کی مثال بیان فرما کر شرک کی حقارت بیان فرمادی۔ کیونکہ شرک ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے بل بوتے پر مشرک اللہ تعالیٰ کے لئے ند و شریک گڑتا ہے پھر اسے اس طریقے سے بلاتا اور پکارتا ہے جیسے وہ اللہ کو پکارتا ہو۔ اس سے ایسی امیدیں وابستہ کرتا ہے جو صرف اور صرف اللہ ہی سے وابستہ کیئے جانے کے لائق ہوتی ہیں۔ وہ اپنے اس وضع کردہ شریک سے ایسا ڈرتا ہے جیسے اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اس سے ایسی محبت رکھتا ہے جو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ یہ اور اس طرح کے کئی افعال جو وہ شرک میں کرنے کا ارتکاب کرتا ہے جو کہ در اصل شرک اکبر کے زمرے میں آتا ہے۔ جس کے نہی اور منع کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے اور جنہوں نے اللہ کے پاس سے ایک کتاب لا کر لوگوں کے سامنے رکھ دی کہ لو اِسے پڑھ لو پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ تھی۔ انہوں نے کتاب و سنت کے ذریعے شرک، کفر، اور دوسرے گناہوں سے لوگوں کو منع فرمایا اور انہیں راہِ راست پر لانے کے لئے ہزار جتن کئے[22]۔

شرک کے بارے میں جو قرآن کریم نے تمثیل کے صیغے کو استعمال کر کے فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کا ارتکاب کرنے والا اپنے آپ کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

''... وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاء فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ''[23]

''... اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، اب یا تو اُسے پرندے اُچک لے جائیں گے یا ہوا اُس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اُس کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے''۔

اسی طرح ارشاد ہوا:

''ضَرَبَ لَكُم مَّثَلاً مِنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاء فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاء تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ''[24]

''وہ تمہیں خود تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے۔ کیا تمہارے اُن غلاموں میں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیے ہوئے مال و دولت میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو؟ اس طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں''

ہمارے اس موضوع کے بارے میں قرآن میں جو ارشاد ہوا ہے کہ:

''مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاء كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ''[25]

''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا لیے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ علم رکھتے''

اس میں ''شرک'' مشبہ ہے اور ''بیت عنکبوت'' مشبہ بہ ہے جبکہ وجہ تشبیہ شرک کی کمزوری اور بے مائیگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس معنی کو لیا ہے کیونکہ اس میں جو دیگر معانی پوشیدہ اور مضمر تھیں انہیں آج کے معاصر علماء نے صدیاں گزر جانے کے بعد اچھی طرح جان لیا۔ سلف صالحین میں سے مفسرین نے اس آیت کے بارے میں کیا کہا یہاں اس کی جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں:

''جن لوگوں نے بتوں کو اپنا الہٰ اور ولی بنالیا اور اپنی ضرورت کے وقت ان سے مدد اور خیر و نفع کی توقع کرتے ہیں، جن کی یہ کمزور وسیلہ، قبیح روایت اور برائی پر مبنی انتخاب ان کو مکڑی کے ہم دوش کر دیتا ہے۔ مکڑی اپنے کمزور جالے کو پناہ گاہ بنالیتی ہے مگر اُسے یہ خبر نہیں ہے کہ یہ جالہ اُسے کسی آفت سے بچا سکتا ہے۔ اسی طرح یہ مشرک لوگ ایسی ہی کمزور چیز کی مدد لیکر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس طرح یہ مستغنی ہو جائیں گے لیکن ہیچ''[26]

اسی سے ملتی جلتی تفسیر ابن کثیر نے بھی بیان کی ہے۔ کہ یہ لوگ شدائد اور حاجات میں اپنے معبودوں کا اس طرح سہارا لیتے ہیں جیسے مکڑی اپنے کمزور جالے کو گھر سمجھ کر سہارا لیتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ اسے کسی آفت سے بچا نہیں سکتا۔ اگر ان کو یہ علم ہو جائے تو پھر وہ ان معبودوں سے باز آجائیں، کاش یہ لوگ جانتے۔ ان کا ایسا کرنا کسی مسلمان آدمی کے عمل کے برخلاف ہے۔ مومن کا دل خالص مخلص اللہ کے ساتھ لگا ہوتا ہے اور وہ دین کے اتباع میں ایک عروۂ وثقیٰ (یعنی مضبوط گرہ) کو پکڑ کر زیست کرتا ہے، ایسی گرہ جس کے ٹوٹنے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا[27]۔

علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں کہ:

''مکڑی کتنی مہارت اور مشقت سے اپنا جالہ بنتی ہے تاکہ اس کے ذریعے فائدہ حاصل کرے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے پتھر اور چونے کا گھر بنایا جو اُسے کسی ٹھنڈک اور حرارت سے بچانے کے قابل نہیں ہے۔ ان مشرکین کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ ان کا ایسا کرنا فرسودہ اور لایعنی ہے۔ ان کے گھر کو عنکبوت کے گھر کے ساتھ تشبیہ دے کر قرآن نے یہ باور کرایا ہے کہ ان کے دین ایسے بے ہودہ اور بے معنی ہیں جیسے عنکبوت کا گھر''[28]۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شرک اور مکڑی کے جالے کے درمیان قوی ربط موجود ہے۔ کیونکہ بیتِ عنکبوت نہ صرف یہ کہ رہائش و کمین گاہ کے طور پر استعمال کرنے کے لائق نہیں ہے بلکہ وہ مکر و فریب پر بنا ہوا ایک خطرناک شکار گاہ ہے، جہاں حشرات آ آکر شکار ہو جاتے ہیں اور پھر مکڑی اسے نوالہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ ان مشرکوں نے بھی اللہ کے سوا دیگر معبود بنا کر لوگوں کو ان کے اتباع کی طرف بلایا جہاں وہ یقینی طور پر ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ چنانچہ اس طرح کی دعوت دینے والے لوگوں سے ہر طرح ہوشیار رہنا چاہئے اور ان کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسنے سے حزم و احتیاط رکھنا چاہئے۔ مکڑی کے بچھائے ہوئے تاروں کی طرح انہوں نے بھی اپنے فاسد دعوتوں، مال، جنس، منصب اور دیگر ہوا و خواہشات پر مبنی تار بچھا رکھے ہیں جن میں وہ لوگوں کو پھنسا کر اپنا مقصد مکڑی کے مذموم مقصد کی طرح پورا کرنا چاہتے ہیں۔

مکڑی کا جالہ سائنس کی نظر میں:[29]

سائنس نے پتہ چلالیاہے کہ گھر بننے والی مکڑی کا مادہ ہوتی ہے۔ نر مکڑی اس میں کچھ کام نہیں کرتا۔ یہ ایک حیاتیاتی حقیقت ہے جس کا علم زمانہ ماضی قریب تک کسی کو نہیں تھا۔ سائنس نے یہ بھی دریافت کیا کہ تارِ عنکبوت اپنی طرح کے تاروں کے مقابلے میں تین گنا مضبوط تر ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ ریشم کے تار سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ چنانچہ جس مقصد کے لئے مکڑی اپنا جالا بُنتا ہے وہ اس کا مقصد حل کرتا ہے اور یہ اس کے لئے اس کے زعم کے مطابق ایک مضبوط قلعے کی طرح ہوتا ہے جہاں وہ آرام سے بیٹھ کر اپنی غذا حاصل کرلیتا ہے۔

مکڑی کے اس جالے میں ایک حیاتیاتی راز ہے جس کا پردہ سائنس نے چاک کیا کہ ایک عام گھر کسی بندے کے مامن وماویٰ کا مقصد پورا کرتا ہے، وہ کسی انسان کے لئے ایک کمین گاہ اور آفات سے بچاؤ کا مسکن اور اطمینان سے رہنے کا ٹھکانہ ہوتا ہے، لیکن مکڑی کا گھر بالکل اور قطعی طور پر جسمانی اور معنوی دونوں لحاظ سے مختلف ہوتا ہے؛ کیونکہ جب مادہ مکڑی کسی نر مکڑی کو اس گھر میں آنے کی دعوت دیتی ہے اور اسے اپنے ساتھ بسنے پر راضی کرلیتی ہے اور پھر اس کے ساتھ زن وشوئی کرکے اپنا مقصد پورا کرلیتی ہے تو بے چارے نر مکڑی کو مار دیتی ہے اور آرام سے بیٹھ کر اسے کھالیتی ہے۔ ہوشیار اور چالاک قسم کا نر مکڑی اپنی مادہ سے حظ اٹھانے کے بعد فوراً اس جالے سے رفو چکر ہو جاتا ہے اور آئندہ کبھی بھی اس گھر میں رنجہ قدمی نہیں کرتا۔

پھر جب مادہ مکڑی کے ہاں بچے انڈوں سے نکلتے ہیں تو طبیعتاً وہ ایسے حرام خور ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو کھالینے پر تُل جاتے ہیں پس قوی کمزور کو لقمۂ اجل بنادیتا ہے اور جو جان بچاکر دوڑ جاتے ہیں وہ باہر نکل کر اپنی زیست کا سامان کرتے ہیں لیکن اس گھر میں دوبارہ قدم نہیں رکھتے۔

اس کے بعد مادہ مکڑی اس گھر میں آرام سے بیٹھ کر حشرات شکار کرلیتی ہے۔ وہ کسی گھر آئے مہمان کو بھی نہیں چھوڑتی بلکہ جو بھی اس دروازے سے داخل ہوا قتل کیا گیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مکڑی کے جالے کی کمزوری اس کے تاروں کی کمزوری کی وجہ سے بیان کی گئی ہے؛ لیکن جیسے کہ پچھلے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مکڑی کا گھر نہ صرف یہ کہ مکڑی کو محفوظ چھت نہیں دے سکتا ہے اور نہ ہی اُسے کسی آفت سے بچا سکتا ہے، جیسے خراب موسم میں بارش سے بچاؤ، گرمی سردی سے پناہ گاہ یا دھوپ وغیرہ سے حفاظت، بلکہ اُس کا یہ گھر بذاتِ خود حیاتیاتی، اجتماعی اور سماجی زندگی کے تمام تر کمزوریوں پر مبنی رہتا ہے؛ کیونکہ یہ گھر معنوی لحاظ سے کمزور تر گھر ہوتا ہے کہ نہ تو اس میں سماجی زندگی کی کوئی ضمانت ہوتی ہے نہ ہی اس میں محبت وبھائی چارے کی فضا پائی جاتی ہے۔

ایک گھر اُس وقت تک مسکن نہیں کہلاتا جب تک اُس کے اندر سکون، راحت وآرام اور گھر سے باہر کی دنیا سے بے فکری نہ ہو۔ گھر وہ ہوتا ہے جہاں کوئی آرام سے سو سکے، کھانا بنا سکے، کھا سکے، اور کسی بیرونی مداخلت کے بغیر آرام وسکون سے رات بسر کرسکے، اور اگر اس کے اندر گھر کے مالک کے ساتھ اس کی بیوی بچے یا کنبے کے دیگر افراد رہائش پذیر ہیں تو اُن سے اُسے کسی قسم کا خطرہ وغیرہ نہ ہو۔ چنانچہ گھر رہنے کے محفوظ ٹھکانے کو کہتے ہیں، جہاں اہل وعیال کو حفاظت کے ساتھ بسایا جاسکتا ہو[30]۔ کسی گھر کے اندر اگر مذکورہ بالا خواص نہ پائے جائیں تو وہ گھر کے معنی سے نکل کر کسی خرابے کی معنویت میں آجائے گا۔ اس لئے اگر دیکھا جائے تو مکڑی کے گھر کے اندر یہ خواص مفقود ہیں۔ وہاں بیوی اپنے شوہر کو قتل کرنے کی جستجو میں ہے، رحم ومودت نام کی کوئی چیز وہاں ہے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ بسا اوقات ایک ماں اپنے بچوں تک کو کاٹ کھاتی ہے۔ جب ایک مادہ مکڑی حاملہ ہو جاتی ہے تو وہ موقع پاکر اپنے نر کو قتل کردیتی ہے، نر چونکہ جسامت کے لحاظ سے بڑا ہوتا ہے اس لئے وہ اُسے مکاری سے قتل کرکے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتی ہے اور پھر بڑی بے رحمی سے اُس سے غذائیت

حاصل کرتی ہے۔ یہ مادہ اس قدر خونخوار ہوتی ہے کہ بسا اوقات اپنے بچوں تک کو سفاکی سے نگل لیتی ہے۔ پس اس بیت عنکبوت میں کوئی سکون، امن و آشتی اور حفاظت کی ضمانت نہیں ہوتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ہر لحاظ سے ضعیف اور کمزور ترین گھر کہا ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مادہ مکڑی جب ریشمی تھیلے میں انڈے دے دیتی ہے تو خود مر جاتی ہے۔ بچے جب عادتاً انڈوں سے نکلتے ہیں تو اتنی کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ماحول میں تنگی محسوس کرتے ہیں، اور اس تھیلے سے باہر آنے کی جستجو کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپس میں اپنے سگے بہن بھائیوں کو خوراک اور مکان کے لئے قتل کرنے لگتے ہیں۔ اب جو طاقتور ہوتا ہے وہ کمزور کو قتل کر دیتا ہے۔ نتیجتاً بہت کم تعداد میں یہ بچے زندہ رہ پاتے ہیں۔ یہ محفوظ رہنے والے سورما زورآور بچے اس تھیلے کے جلد سے چمٹ جاتے ہیں اور بالآخر اس میں سوراخ کر کے باہر نکل جاتے ہیں۔ نر مکڑی اپنی راہ لیتے ہیں اور کسی جگہ بیٹھ کر شکار کرنے لگتے ہیں جبکہ مادہ مکڑی پھر سے نئے جال بچھا کر نئے شکار گاہ کھول لیتی ہیں۔ راستے پر گزرتے، آتے جاتے جو بھی اس کے ہاتھ لگتا ہے اسے گھیر کر ہضم کر دیتی ہے[31]۔

اس طرح یہ گھر، گھر سے زیادہ شکار گاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں ہر شکاری اتنی بے رحمی سے دوسروں کو قتل کرنے کے درپے ہے کہ اپنے سگے بہن بھائیوں تک کو معاف نہیں کرتا اور اپنی ماں کے مردہ جسم کو مزے لے لے کر کھالیتا ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہوتا ہے جہاں وقتی طور پر دنیوی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں اور وقتی مصالحتوں کے لئے ایک ٹھکانہ حاصل کیا جاتا ہے لیکن جب یہ سب کچھ دستیاب ہو جاتا ہے تو پھر سارے رشتے علاقے توڑ دیئے جاتے ہیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ پس یہ معنوی لحاظ سے ایک کمزور ترین اور بے ہودہ گھر ہے۔

مرد اگر اپنی بیوی کو حفاظت اور امن کی چار دیواری نہ دے سکے تو پھر وہ کاہے کا مرد کہلاتا ہے؟ زن اگر اپنے شوہر کے ساتھ وفاداری نہ کرے اور اس کی عزت و آبرو کا پاس و لحاظ نہ رکھے اور اس کی جان پر سودا کرنے لگے تو وہ کس طرح کی بیوی کہلائے گی؟ یہاں تک کہ ایک مرد کو یہ علم ہو کہ جونہی میری بیوی نے مجھ سے زن و شوئی کا حظ اٹھالیا تو یہ مجھے قتل کر دے گی چنانچہ وہ وہاں سے فرار کا راستہ اختیار کرنے لگتا ہے۔ عورت کو یہ علم ہوتا ہے کہ جیسے ہی اُس کے بچے پیدا ہوں وہ اُسے کھاجائیں گے۔ اور بچوں کو یہ علم ہو کہ یہاں نہ رشتہ کارآمد ہے نہ بھائی بہن کا علاقہ، پس حصولِ قُوت کے لئے ان سب کو قتل کر دو اور اپنی جان بچاؤ، تو ایسے گھر کو بھلا کیونکر گھر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟

حیوانات کے دیگر گھر:

مکڑی کے علاوہ دیگر حیوانات اپنا اپنا گھر بساتے ہیں، جیسے چیونٹی زمین کے اندر یا دیواروں کے بِلوں کے اندر اپنے مسکن بنالیتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ:

''حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِي النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ''[32]

''یہاں تک کہ جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا ''اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھُس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کے لشکر تمہیں کُچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو''۔

اسی طرح شہد کی مکھی کو اللہ تعالیٰ نے سکھادیا کہ گھر کس طرح بسانا ہے:

''وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ''[33]

''اور دیکھو، تمہارے ربّ نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں، اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں، اپنے چھتّے بناؤ''۔

اس کے علاوہ دیگر جانور غاروں میں اپنے گھر بساتے ہیں، جہاں وہ موسمیات کے اتار چڑھاؤ سے بچاؤ کے لئے ایک کمین گاہ بنالیتے ہیں۔ پرندے اپنے گھونسلے بناکر زندگی گزارتے ہیں؛ لیکن ان جانوروں کے گھروں میں یہ بربریت اور سفاکی نہیں پائی جاتی جو مکڑی کے گھر کے اندر پائی جاتی ہے۔

انسانوں کو بھی اللہ نے گھر بنانے کا سلیقہ سکھا کر بتلادیا کہ کس طرح تم نے زندگی بسر کرنی ہے، فرماتا ہے:

''وَاللّٰہُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَناً وَجَعَلَ لَكُم مِّن جُلُودِ الأَنْعَامِ بُيُوتاً تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثاً وَمَتَاعاً إِلَى حِينٍ ٥وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ''[34]

''اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام، دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔ اُس نے جانوروں کے صوف اور اُون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدّتِ مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔ اُس نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لیے سائے کا انتظام کیا، پہاڑوں پر تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں، اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دُوسری پوشاکیں جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں۔ اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم فرمانبردار بنو''۔

اصلاحِ معاشرہ:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اجتماعی زندگی کے اصول مقرر کیے ہیں۔ ادب، لحاظ، اصلاح معاشرہ اور امن وآشتی وبھائی چارے کے اصول پر مخلوق کے ساتھ اجتماعی تعلقات روا رکھے جاتے ہیں۔ ماں باپ، اساتذہ، بزرگوں، بچوں اور خواتین کے ادب کی یہ ساری جزئیات اجتماعیت کو صحیح نظام پر قائم رکھنے کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بارہا حکم فرمایا ہے کہ سائل کو نہ جھڑکو، پھل دار درخت کو نہ کاٹو، بوڑھوں، بچوں اور خواتین کو قتل مت کرو، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، کیوں کہ ان باتوں سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے اور مخلوقِ خدا پُرسکون رہتی ہے۔

اسلام خیر خواہی کا دین ہے، جس میں معاشرے کے تمام طبقات میں امن وسکون، باہمی رواداری اور ہمدردی کو فروغ دینا ہے۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ ادب احسان کا مرتبہ رکھتی ہے۔ حسن سلوک کی وجہ سے آپس میں اُنس واخوّت کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک بھی ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ ادب جب اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو اُنس سے گزر کر عشق تک پہنچ جاتا ہے۔ عشق ذہن ودل کو مرکزیت کے آداب سکھاتا ہے۔ ذہن ودل کا مرکز اللہ ہے۔ مسلمان تعلیمات نبویؐ کی راہ نمائی میں بندگی کے آداب سیکھتا ہے۔ چنانچہ اس طرح امن وآشتی پر مبنی ایک بالیدہ معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے جو فرد کی حیاتِ انفرادی سے لیکر اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط رہتا ہے۔ جہاں ایک صالح معاشرہ اپنے پورے آب وتاب کے ساتھ انسانیت کے لئے سکون وراحت کے دریچے کھولتا ہے۔ جہاں انسان اس کرۂ ارضی کو جنت نظیر بنالیتا ہے اور جہاں انسانیت کے زمین پر بسنے کے تمام اغراض ومقاصد پورے ہوتے ہیں۔

ہمارا موجودہ معاشرہ:

مسلمانوں کی موجودہ صورت حال بیحد افسوس ناک اور ناقابل تحریر ہے ۔ ہر جگہ مسلمان ظلم وزیادتی، خوف ودہشت، قتل وفساد، جبر وتشدد اور ذلت وپستی کے شکار ہیں۔ کہیں پر مذہبی طبقوں کا استحصال ہے تو کہیں لبرل طبقوں پر طعن وتشنیع، جبکہ کہیں اسلامی شعائر پر

پابندی پائی جاتی ہے؛ گویا ہم اپنی پستی کی وجہ سے چہار دانگ عالم میں مظلوم و مقہور ہیں۔ان حالات سے نمٹنے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے کوئی عالمی اقدام نہیں۔جو سب سے حیرت ناک بات ہے۔

آج سے چند سال پہلے ہماری اپنی الگ پہچان، اپنا الگ رعب و دبدبہ، اپنی الگ شان و شوکت، اپنی الگ بے مثال زندگی اور اپنا الگ خاص اسلامی طرۂ امتیاز تھا۔کس قدر روشن اور تابناک تھا ہمارا ماضی؟ ہم کس قدر عروج پر تھے؟ کیا ہی شان و شوکت تھی؟ کیا عظمت و سطوت تھی؟ سب چلی گئی۔اب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا، پستی ہی پستی، ناکامی ہی ناکامی، افسوس ہی افسوس، فریاد ہی فریاد۔

آخر کیا وجہ ہے کہ آج ہم ذلت و پستی کے اس عمیق غار میں گر پڑے ہیں؟ وہ کون سے اسباب و عوامل ہیں جن کی وجہ سے ہماری یہ گت بنی ہوئی ہے؟ گہرائی سے جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اپنے کئے کرائے کا نتیجہ ہے۔

آج وطن عزیز کا کیا حال ہے؟ ہر طرف بدنظمی اور غیر یقینی حالات ہیں۔آجکل یہ بات بڑے تواتر کے ساتھ دہرائی جارہی ہے کہ "پاکستان پر اللہ کا عذاب آیا ہوا ہے" اور یہ کہ "خدا ہم سے ناراض ہو چکا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے، یہ مذہبی لوگوں کے خلاف پاکستان کی کارروائیوں کا نتیجہ ہے۔کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آفتیں ہماری بداعمالیوں، زندگی اور مذہب کے بارے میں ہمارے عمومی اور منافقانہ رویوں کی مکافات ہیں۔

ایک مخصوص اقلیتی گروہ کے لوگ کافی عرصے سے مسلسل اس پراپیگنڈے میں مشغول ہیں کہ یہ جو کچھ پاکستان میں ہورہا ہے یہ ان کے ساتھ روا رکھی گئی مبّینہ نا انصافیوں کا نتیجہ ہے اور یہ کہ جب سے ان کی عبادت گاہوں پر حملے ہوئے ہیں پاکستان کی بدبختیاں عروج پر پہنچ گئی ہیں۔گویا پاکستان پر آنے والی ہر تباہی اور ذلت میں ان لوگوں کی مجروح انا کی کچھ نہ کچھ تسکین کا سامان موجود ہوتا ہے اور شماتتِ اعداء کا مظاہرہ کرنے سے کبھی چوکتے نہیں۔اور دل سے سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی الٹی گنتی شروع ہے اور اسکے اختتام کا آغاز ہو چکا ہے۔غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں ہیں۔

ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ واقعی یہ سمجھتے ہیں کہ حالیہ آفات اور بدنظمی پاکستان اور پاکستان کے مسلمانوں پر اللہ کا عذاب ہے۔اور خدا کی ناراضگی کا اظہار ہے۔یا یہ اللہ کی طرف سے قوم کی آزمائش ہے تاکہ قوم اس آزمائش سے سرخرو ہو کر صحیح معنوں میں ایک قوم بن کر اُبھرے۔یا یہ کہ یہ تخریب کسی تعمیر کا پیش خیمہ ہے۔ یا پھر محض اتفاقیہ امر ہے۔اس لئے کہ قدرتی آفات آتی رہتی ہیں۔

ہمارا معاشرہ بیت عنکبوت بن گیا ہے:

اگر بغور دیکھا جائے تو ہمارا معاشرہ بیت عنکبوت کا نمونہ اختیار کر چکا ہے۔جہاں فرد کی انفرادی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی تک میں بدعنوانی، کرپشن، بے قاعدگی، ہوس، حرص ولالچ، زیادتی، انارکی اور دیگر سماجی خرابیوں کے جراثیم نے اپنی جڑیں مضبوط کر رکھی ہیں۔جس طرح مکڑی کے گھر کے اندر کسی کو کسی کا لحاظ نہیں ہے اسی طرح ہمارا بھی خون سفید ہو چکا ہے۔ہم بھی اپنے سگے بھائی تک کو مارنے پر تُلے ہوئے ہیں۔جہاں ایک گھر کے چھت کے اندر سے لیکر کھلے معاشرے میں کسی کو اپنی زندگی کی ضمانت نہیں ہے، بے یقینی کی سی کیفیت ہے اور سراسیمگی پھیلی ہوئی ہے۔ملک کا عام شہری کسی سرکاری ملازم پر یقین نہیں رکھتا، رشوت بدعنوانی، اور اقرباپروری عروج پر ہے۔جہاں کے اصحابِ اقتدار انارکی اور اختیارات کے حصول کے ہوس میں دیوانہ وار ایک دوسرے کے ساتھ رسہ کشی میں مصروف ہیں۔جہاں ملکی اعلیٰ ادارے اصحاب اقتدار کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔عدلیہ، الیکشن کمیشن، احتسابی بنچیں وغیرہ سب اپنا باور کھو چکے ہیں۔عوام بھوکوں مر رہی ہے۔اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دور میں بجلی جیسی سستی توانائی اور عام چیز کا بحران ہے۔دہشت گردی کے ہاتھوں معصوم شہریوں کے مال وجان وآبرو محفوظ نہیں ہیں۔تعلیم کا شعبہ لغت کے گورکھ دھندوں میں رہ گیا ہے۔علم کی دیوی رحیل

کر چکی ہے۔ بے مقصد تعلیم اسلامی مدارس کے مقدس اداروں سے لیکر سرکاری تعلیمی اداروں اور نجی تعلیمی تجارتی مراکز و مدارس کے طبقات کی چکی میں پس رہی ہے۔ تعلیم جو کسی قوم کے لئے بنیادی اور مرکزی منبع وچشمہ کہلاتی ہے اپنے سوتوں کے اندر سے بدبودار اور تعفن آمیز پانی اُگل رہا ہے۔

قانون نافذ کرنے والے ادارے تباہ وبرباد ہو چکے ہیں۔ انسانی مسیحاؤں کی یہ حالت ہے کہ ایک طرف سے ادویات کی جعل سازی ہو رہی ہے تو دوسری طرف پرائیویٹ طریقہ علاج نے مریضوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ غرض ملک کا وہ کونسا شعبہ ہے جو بیت عنکبوت کا جیتا جاگتا نقشہ پیش نہیں کرتا؟ چنانچہ ہمارا معاشرہ بھی مکڑی کے جالے کی طرح معنوی لحاظ سے کمزور اور ضعیف ہو چکا ہے۔ جبکہ اللہ تعالی نے صفحات گزشتہ میں ہمیں اپنے فرمان کے ذریعے جو سمجھایا ہے کہ: ''وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَناً.....'' اس کی طرف اگر تھوڑا سا دھیان دیا جائے اور ہوس، حرص ولالچ اور خود غرضی کے اس ماحول سے نکلا جائے تو وہ دِن دور نہیں کہ وطن عزیز میں ایک صالح معاشرہ پروان چڑھے اور زیست بیوت مطمئنہ کے اندر زندگی کے مزے لوٹنے لگے۔ اگر ایک فرد انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرلے تو ہم ایک صالح معاشرہ بنانے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں اور جب فرد اپنے جیسے افراد کے ساتھ اسلامی آدابِ زندگی کے مطابق رواداری رکھے گا اور ربِّ کریم کے بتائے ہوئے رستوں پر چلے گا تو معاشرہ ایک ملت کی شکل میں اُبھر کر ایک ترقی یافتہ قوم بنا کر وطن بنائے گی جس کی طرف علامہ اقبالؒ نے اشارہ فرمایا ہے: ع

فردِ قائم ربطِ ملت ہے سے تنہا کچھ نہیں　　　موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں[35]

دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے عروج وارتقاء کا قصہ اسی میں پوشیدہ ہے اور یہی وہ راز ہے کہ جب فرد اپنی دنیا میں بے حد سلجھا ہوا اور روادار ہو جائے گا، اپنی اصلاح کا بیڑا اٹھائے گا تو اربابِ اختیار، ارباب اقتدار اور اصحابِ حل وعقد خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1]۔ سورۃ العنکبوت 29: 31

[2]۔ بخاری شریف: (۲/۷۴۴)، کتاب فضائل القرآن، باب: کیف نزل الوحی۔

[3]۔ سورۃ البقرۃ 2: 23

[4]۔ مناہل العرفان للزرقانی: ۲/۲۶۱-۳۲۴، المبحث السابع عشر فی اعجاز القرآن۔

[5]۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی: ۲/۱۲۱۔

[6]۔ صاحب تاریخ الأدب العربي؛ آپ کا نام احمد حسن الزیات باشا ہے۔ آپ مصر کے «مركزطلخا» کے «الدقهلية» تحصیل کے قدیم «كفر دميرة» نامی گاؤں میں 16 جمادی الآخرہ 1303 ہجری بمطابق 2 اپریل 1885 عیسوی کو پیدا ہوئے۔ آپ عربی علوم کے مایہ ناز ادیب اور عربی ثقافت کے قد آور شخصیت تھے۔ «مجلة الرسالة» کے مؤسس آپ ہی تھے۔ قاہرہ، دمشق، اور بغداد میں آپ عربی لغت کے مجامع کے رکن بنائے گئے۔ سن 1962 میں آپ کو عربی ادب میں مصر کے مایہ ناز قومی ادیب کا ایوارڈ ملا۔ بہت چھوٹی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر کے قراءتِ سبعہ میں ید طولیٰ حاصل کیا؛ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ ازہر میں اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء سے کسبِ فیض کیا اور عربی ادب میں امام شنقیطی کے علمی دریا کے شفاف پانی سے اپنی تشنگی بجھائی۔ آپ ۱۲ مئی 1968 کو قاہرہ میں 83 سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ ملاحظہ کیجئے: (دیباچہ تاریخ الادب العربی)۔

[7] ۔ تاریخ الادب العربی، احمد حسن الزیات: ۸۹

[8] ۔ سورۃ العنکبوت29: 41 (ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنالیے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ علم رکھتے)۔

[9] ۔ سورۃ مریم19: 4

[10] ۔ مفردات القرآن، علامہ راغب الاصفہانی، ۲/۱۱۲۳

[11] ۔ آپ کا نام خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراہیدی البصری اور کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ عربی الاصل ہیں اور اصلاً عمان کے "ازد" سے ہیں۔ آپ لغت کے بہت بڑے امام گزرے ہیں اور فن معاجم میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ علم عروض کے موجد مانے جاتے ہیں۔ امام اصمعی اور نحو کے عظیم امام سیبویہ آپ کے شاگرد تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: سیر اعلام النبلاء للذہبی(۲/۵۷۰)، و معجم الادباء لیاقوت الحموی(۳/۱۵)۔

[12] ۔ کتاب العین (4/ 92).

[13] ۔ سورۃ العنکبوت29: 41

[14] ۔ یعنی کسی چیز کی خصوصیت واضح کرنے کے لئے کسی مشابہ چیز کو مستعار لے کر اُس کی اصلیت ثابت کرنا؛ اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ یہاں کسی مبہم چیز کو واضح چیز سے تشبیہ دے کر اور موجود چیز کو مستعار لیکر غائب چیز کے مماثل ٹھہرا کر ثابت کرنا کہ یہ بات ایسی ہے۔ یہاں قرآن کریم نے مثال دے کر وضاحت فرمائی ہے کہ مشرک اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرکے اللہ کے سوا دوسروں کے ہاں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ کسی ایسی پناہگاہ میں جا چھپتے ہیں جو مکھڑی کے جالے کے مانند ہے جو نہ اُن کو پناہ دے سکتا ہے اور نہ ان کو آفات و بلیات سے بچا سکتا ہے۔

[15] ۔ سورۃ الزمر39: ۲۷

[16] ۔ سورۃ العنکبوت29: ۴۳

[17] ۔ آپ کا نام محمود بن عمر بن محمد بن عمر الخوارزمی الزمخشری اور کنیت ابو القاسم ہے۔ آپ بدھ کے دِن ۲۷ رجب ۴۶۷ ہجری بمطابق ۱۰۷۴ عیسوی کو خوارزم کے زمخشر میں پیدا ہوئے۔ آپ نحو، ادب، تفسیر اور دیگر علوم کے بہت بڑے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات عرفہ کی رات سن ۵۳۸ ہجری بمطابق ۱۱۴۳ عیسوی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: سیر اعلام النبلاء(۲۵/۱۵۱)۔

[18] ۔ ملاحظہ کیجئے: معارج القبول (2/ 458).

[19] ۔ سورۃ الاحقاف46: ۵

[20] ۔ سورۃ المؤمنون23: 117

[21] ۔ سورۃ لقمان31: ۱۳

[22] ۔ شرح قصیدة ابن القيم (2/ 266).

[23] ۔ سورۃ الحج 22: 31

[24] ۔ سورۃ الروم30: 28

[25] ۔ سورۃ العنکبوت29: 41

[26]۔ تفسیر الطبری (142/10)۔

[27]۔ مختصر ابن کثیر (47/3)۔

[28]۔ تفسیر بیضاوی (316/1) بتصرف یسیر۔

[29]۔ اس کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: (Foelix, Rainer F. *Biology of Spiders*, 1982.)

[30]۔ ملاحظہ کیجئے: لسان العرب لابن منظور، مادہ ((بیت))۔

[31]۔ أُسرة مدمرة داخل البيت للدكتور أبو المعالي عبدالله بن عبدالمجيد الشهري، ص81 طبع 2004م مكتبة الغنائم للنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية.

[32]۔ سورۃ النمل 27 : 18

[33]۔ سورۃ النحل 16 : 68

[34]۔ سورۃ النحل 16 : 80-81

[35]۔ بانگ درا، علامہ اقبالؒ، ص 147 نظم: شمع اور شاعر۔

مصادر و مراجع:

1. القرآن۔
2. الاتقان فی علوم القرآن، السیوطی۔
3. أُسرة مدمرة داخل البيت للدكتور أبو المعالي عبدالله بن عبدالإله الشهري، طبع 2004م مكتبة الغنائم للنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية.
4. أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي، تحقيق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، طبع 1 دار إحياء التراث العربي – بيروت 1418 ه۔
5. بانگ درا، علامہ اقبالؒ، طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز، اردو بازار لاہور۔
6. بخاری شریف، اشاعت مکتبہ الشاملہ، ترقیم عالمی۔
7. تاریخ ادب عربی، احمد حسن الزیات، طبع 12، دار المعرفہ بیروت 2009۔
8. تفسير الطبري - جامع البيان عن تأويل آي القرآن، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري، تحقيق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، طبع 1 دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان 1422 ه - 2001 م
9. تفسير القرآن العظيم (ابن كثير) أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، تحقيق: محمد حسين شمس الدين، طبع 1 دار الكتب العلمية، منشورات محمد علي بيضون - بيروت 1419 ه۔
10. سير اعلام النبلاء، شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي، تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط، طبع 3 مؤسسة الرسالة 1405ه / 1985م
11. شرح القصيدة لابن القيم للشيخ محمد بن صالح العثيمين، طبع ا مؤسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين الخيرية السعودية 1435ه۔
12. كتاب العين، أبو عبد الرحمن الخليل بن أحمد بن عمرو بن تميم الفراهيدي البصري، تحقيق: د مهدي المخزومي، د إبراهيم السامرائي، طبع دار ومكتبة الهلال، بيروت.
13. لسان العرب، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى، طبع 3 دار صادر – بيروت 1414 ه۔

14. معارج القبول بشرح سلم الوصول إلى علم الأصول، حافظ بن أحمد بن علي الحكمي (المتوفى: 1377ه-)، تحقيق: عمر بن محمود أبو عمر، طبع 1 دار ابن القيم–الدمام 1990م.
15. معجم الأدباء- إرشاد الأريب إلى معرفة الأديب، شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي الحموي تحقيق: إحسان عباس، طبع 1 دار الغرب الإسلامي، بيروت 1993م
16. مفردات القرآن، الراغب الاصفہانی، طبع دار القلم دمشق۔
17. مناہل العرفان، الزرقانی،
18. Foelix, Rainer F. *Biology of Spiders*, 1982
19. https://en.wikipedia.org